انڈویجوئل لینڈ
انفرادی آزادی کے لئے کوشاں

Karachi Youth Initiative

لیاری کا سفر

سچی کہانی پر مبنی

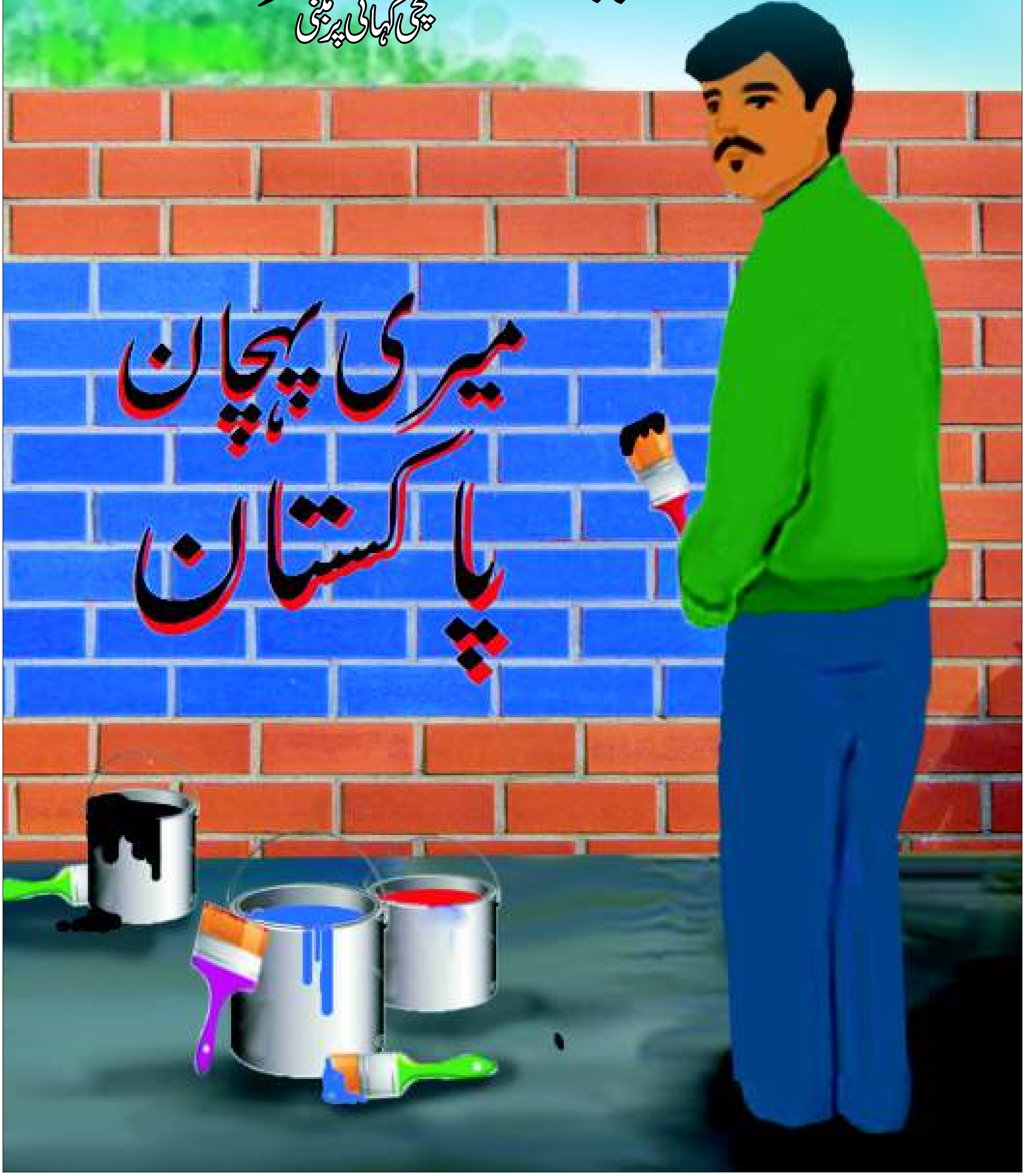

لیاری کا سفر

سچی کہانی پر مبنی

کونٹینٹ ڈیویلپر (لکھاری)

سندس سیدہ، ذولفقار حیدر
یحیٰی احمد، فرحان خالد

کوارڈینیشن

سید فہد الحسن

ڈیزائینر

عدیل امجد، ڈاٹ لائینز

پبلیشر

انڈو یجوئل لینڈ پاکستان

فہرست

بری صحبت سے نجات ________ ۲
لیاری کے حالات ________ ۸
لیاری کے لیئے امن کے پیغامات ________ ۱۰
میرا پیغام امن ________ ۱۶
نوجوانوں کی اصلاح ________ ۱۹
لیاری کی شان ________ ۲۴

انڈو یجوئل لینڈ
انفرادی آزادی کے لئے کوشاں

KYI
Karachi Youth Initiative

اسلام وعلیکم پیارے قارئین!

ہم اکثر اپنے اردگرد کے ماحول سے تنگ آ کر شکوے شکایات تو کر دیتے ہیں لیکن جن معاشرتی بیماریوں کی وجہ سے تنگ ہوتے ہیں ان کے سدِ باب کی کوششیں نہیں کرتے۔ یہ نہیں سوچتے کہ ہم بھی معاشرے کا حصہ ہیں ہمیں ان معاشرتی برائیوں کو دور کرنے کے لیے کچھ کرنا چاہیئے، یہ نہیں سوچتے کہ یہ حالات ان ہی لوگوں کے پیدا کیئے ہوئے ہیں جو ہمارے اردگرد بستے ہیں، وہ بھی ہماری طرح کے ہی انسان ہیں لیکن ان کو راہِ راست پر لانے کی ضرورت ہے۔ وہ لوگ جو یہ جان لیتے ہیں کہ بطور ایک شہری کے ہمارا بھی کوئی فرض ہے بس پھر وہ معاشرے کی اصلاح کے لیے کچھ کر گزرتے ہیں چاہے حا لات کیسے ہی ہوں۔ جو لوگ حالات کو بہتر بنانے کے لیے سرگرم ہیں وہ بھی ہمارے درمیان ہی بستے ہیں۔ وہ نا صرف خود اپنے معاشرے کو بہتر بنانے کے لیے سرگرم نظر آتے ہیں بلکہ اپنے ساتھیوں کو بھی اس کا حصہ بناتے ہیں کہ وہ معاشرے کی اصلاح کے لیے کام کریں۔

آیئے اس شمارے میں ہم آپ کی ایک ایسے نوجوان سے ملاقات کرواتے ہیں جس نے لیاری کے نوجوانوں کو اکھٹا کیا تا کہ وہ ان کے علاقے کا امن خراب کرنے والے لوگوں کو امن کا پیغام دے سکیں۔ نا صرف اس نوجوان نے لوگوں میں امن کا پیغام عام کیا بلکہ وہ ایک ادارے کا ڈائریکٹر بھی ہے، اس کا ادارہ نوجوانوں کو درست راہ کے انتخاب کے کیے مختلف سرگرمیوں میں شریک کرتا رہتا ہے۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ وہ تھیٹر کے ذریعے ان لوگوں کو تعلیم دینے اور ان لوگوں تک پیغام پہنچانے کا ذریعہ بھی ہے جو پڑھ لکھ نہیں سکتے۔ لیاری میں رہنے والے لوگوں کے پاس بہت سی مثالیں تھیں جو وہ ہمیں بتانا چاہتے تھے، ایسی زندہ مثالیں جو نظر انداز ہوتی رہیں ہم نے اس شمارے میں کوشش کی کہ لیاری کے کامیاب شخص کی کامیابی کی زندہ مثال آپ تک پہنچائیں۔

کہانی کے اصلی کردار کی شناخت کو ظاہر نہ کرنے کے لئے فرضی ناموں کا استعمال کیا گیا ہے۔

بری صحبت سے نجات

فدا اسکول کی دیوار پھلانگ کر اسکول سے باہر جانے ہی والا تھا کہ نہ جانے کیا سوچ کر وہیں بیٹھ گیا۔اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا ماضی ایک فلم کی صورت میں چل رہا تھا۔ جب وہ اپنے والد کے ساتھ ایک پرانے خستہ حال مکان میں اپنے چھ بھائیوں کے ساتھ رہتا تھا۔اس گھر کے مکینوں کی حالت بھی اسی گھر کی طرح خستہ حال تھی۔ اس کے والد کے بھائیوں میں سے سب کام کرتے تھے اور جو چھوٹے تھے وہ اپنی تعلیم جاری رکھے ہوئے تھے۔ بس ایک فدا کے والد ہی تھے جن کی قسمت نہ جانے ان کے کتنے امتحان لے رہی تھی۔ وہ رضا کارانہ طور پر ایک ادارے کے ساتھ کام کر رہا تھا، اس کے پاس نوکری نہیں تھی۔ وہ رضا کارانہ طور پر کام کو جاری رکھے ہوئے تھا کہ شاید تجربہ ہو جانے کے بعد اس کو کہیں کوئی اچھی نوکری مل جائے اور وہ اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پال سکے۔ وہ اللہ کا شکر ادا کرتا کہ وہ خاندان کے ساتھ رہتا تھا اس لیئے اس کو اتنا سہارا تھا کہ اس کے بچے بھوکے نہیں سوتے تھے لیکن وہ سوچتا کہ آخر کب تک ایسے ہی چلتا رہے گا۔

ایک دن قسمت اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں پر مہربان ہو ہی گئی اور فدا کے والد کو ایک نوکری ملی لیکن اس کا تبادلہ لاڑکانہ ہوا تھا، جس ادارے میں اس کو نوکری ملی تھی وہ ایک غیر سرکاری ادارہ تھا اور ان کا کام نوجوانوں کو لیڈر شپ کے حوالے سے تربیت دینا تھا۔ فدا کے والد کو اپنے خاندان کے ساتھ لاڑکانہ جانا پڑا۔ وہ اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر لاڑکانہ آ گیا تھا، اس نے فدا کو اسکول میں ڈالا، فدا بچپن سے ہی کافی لا پرواہ بچہ تھا اس کا پڑھائی میں دل نہیں لگتا تھا۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ موج مستی کرتا اور اسکول سے اکثر اوقات بھاگ جاتا تھا، فدا کے والد کو فدا کی ان حرکات کا نہیں معلوم تھا وہ اپنے بیٹے کو اسکول میں داخل کروا کر امید رکھتا تھا کہ وہ ایک اچھا انسان بنے۔ ابھی لاڑکانہ میں ایک سال ہی گزرا تھا تبادلہ حیدر آباد ہو گیا، حیدر آباد میں تین ماہ گزارے اور پھر تبادلہ خضدار ہو گیا۔ ان تبادلوں کے دوران فدا کا بار بار اسکول تبدیل ہوتا رہا، اس کے وہ دوست جو اس کے ساتھ اسکول سے بھاگتے تھے اور اس کو گیم کھیلنے کی جانب اکساتے تھے وہ ان سے دور ہوتا چلا گیا۔ وہ اپنے والد کے بار بار کے تبادلوں سے کافی پریشان تھا، وہ اپنے دوستوں سے بھی دور ہوتا جا رہا تھا۔ ہر دفع اسکول تبدیل کرنے پر اس کے نئے دوست بنتے۔

اب خضدار میں اس کا داخلہ ایسے اسکول میں ہوا تھا جہاں لڑکیاں بھی اس کے ساتھ پڑھتی تھیں۔ نہ جانے اس کے دماغ میں ماضی ایک فلم کی

طرح کب تک چلتا رہتا، ابھی وہ دیوار پر ہی بیٹھا تھا کہ اسکول کے چوکیدار نے اس کو دیوار پر بیٹھا دیکھا تو آواز دی فدا چونکا اور اس نے اسکول کے گراؤنڈ میں چھلانگ لگا دی۔اب چوکیدار فدا کے قریب آچکا تھا۔اس نے فدا سے

پوچھا" تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو"؟ فدا گھبرا گیا اور اس نے کہا" میں ویسے ہی یہاں بیٹھا تھا"۔ چوکیدار نے کہا" آئندہ ایسی حرکت کی تو میں پرنسپل کے پاس لے جاؤں گا"۔فدا نے کہا" جی اچھا آئندہ ایسا نہیں کروں گا"۔فدا نے خاموشی سے سر جھکا لیا اور ایک کونے میں لگے بینچ کی جانب چل پڑا۔فدا کو اپنے دوستوں کے ساتھ اسکول سے بھاگنے کی عادت تھی ابھی بھی وہ اسکول سے باہر جانے کے لیے ہی اسکول کی دیوار پر چڑھا تھا کہ اس کو اپنا بچپن یاد آ گیا کہ اس کے والد نے اسے نوکری نہ ہوتے ہوئے بھی کس طرح پالا ہے اس کو بجائے کسی دوکان پر کام پر ڈالنے کے اسکول بھیجا ہے اور وہ اپنے باپ کو کیسے دھوکا دے رہا ہے۔

بینچ پر بیٹھ کر وہ اپنے سامنے کھڑے بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھنے لگا۔ وہ اس اسکول میں نیا تھا اس

لیے اس کا ابھی کوئی دوست نہیں بنا تھا۔لیکن بچپن سے ہی اس کو ایسے دوست ملے تھے کہ وہ اس کو غلط کاموں کی جانب اکساتے تھے۔ وہ اسکول سے بھاگ کر ٹوکن والی گیمز کھیلتا،کبھی گلیوں میں ٹائر چلاتا پھرتا اور کبھی بنٹے کھیلتا۔اس نے سوچا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ کس لیے اسکول سے باہر جا رہا تھا؟اس نے خودکلامی کی" اگر کوئی استاد ،کلاس فیلو یا پرنسپل دیکھ لیتا تو کتنی بے عزتی ہوتی، میں اب اسکول سے نکل کر کہاں جاؤں گا،میرا تو کوئی دوست بھی نہیں اب میرے ساتھ کون ٹوکن والی گیم کھیلے گا،اور اگر یہ سب میرے والد

کو معلوم ہو گیا تو وہ مجھے اسکول سے اٹھوا لیں گے،نہیں میں ایسا کچھ نہیں کروں گا"۔ وہ ابھی ان ہی سوچوں میں مگن تھا کہ اسی وقت اسکول کی گھنٹی بجی اورفدا اپنی کلاس کی جانب چل پڑا۔

سائنس کی کلاس کی شروعات ہو چکی تھی، استانی نے کلاس میں آتے ہی سب بچوں کو کتابیں بیگ میں رکھنے کو کہا اور ٹیسٹ کے لیے کاپی نکالنے کو کہا فدا کا پہلا دن تھا اس کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔اس کو تو کچھ بھی نہیں آتا تھا البتہ وہ کتابیں بیگ میں رکھ کر کاپی نکال کر بیٹھ گیا۔استانی نے بلیک بورڈ پر سوالات لکھنے شروع کر دیے۔اب سب بچے جوابات لکھنے میں مشغول ہو چکے تھے۔جب استانی نے بلیک بورڈ پر تمام سوالات لکھ لیے تو انہوں نے کلاس میں ٹہلنا شروع کر دیا،وہ فدا کے پاس پہنچیں تو انہوں نے دیکھا کہ وہ کام نہیں کر رہا بلکہ سر جھکا کر بیٹھا ہوا ہے۔انہوں نے فدا کو مخاطب کیا" بیٹے آپ ٹیسٹ کیوں نہیں کر رہے" ؟ فدا خاموشی سے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا، پھر ہمت بندھا کر بولا" میڈم میں اسکول میں نیا ہوں مجھے نہیں معلوم تھا کہ آج ٹیسٹ ہے"۔استانی نے کہا" اچھا کوئی بات نہیں آپ ابھی ٹیسٹ نہ دو لیکن آپ کو ٹیسٹ

یاد کرنا ہوگا، میں اپنی کلاس کو نتیجہ ہمیشہ سو فیصد دیکھنا چاہتی ہوں، اس لیے میں باقاعدگی سے ٹیسٹ لوں گی۔آپ کو بھی یہ ٹیسٹ یاد کرنا ہے اس لیے مجھے بتاؤ مجھے کب ٹیسٹ دو گے "؟ فدا نے ایک نظر استانی کے چہرے پر ڈالی اور پھر کلاس میں ادھر اُدھر نظریں دوڑائیں، کلاس میں اب اس کے ساتھ لڑکیاں بھی تھیں ،اس نے ایک لمحے کو سوچا اور خود کلامی کی" میں اگر ٹیسٹ یاد نہیں کروں گا تو کتنی بے عزتی ہوگی، لڑکیاں مذاق اُڑائیں گی اور مجھے نالائق سمجھیں گی"۔ پھر اس نے استانی سے کہا" میڈم میں کل آپ کو ٹیسٹ دوں گا"۔استانی نے کہا" چلو ٹھیک ہے الگ بیٹھ جاؤ اور ٹیسٹ یاد کرو"۔فدا کو نہ جانے کیا ہوا تھا کوئی دوست نہ ہونے اور فیل ہونے کی شرمندگی کے احساس نے اس کو ایک درست راہ کی جانب گامزن کر دیا تھا۔اس نے سبق یاد کرنا اور باقاعدگی سے اسکول آنا شروع کر دیا تھا۔

اب اس کو یہاں رہتے تین سال ہو گئے تھے،تین سال کے بعد اس کے والدہ کا تبادلہ کوئٹہ ہو گیا۔

فدا کو اسکول سے چھٹی تھی وہ بیٹھا کام کر رہا تھا۔ تبھی اس کے والد تیار ہو کر گھر سے باہر جانے لگے، اس نے والد سے پوچھا" آپ کہاں جا رہے ہیں" ؟اس کے والد نے کہا" آج ہمارا سیمینار ہے وہاں ہی جا رہا ہوں۔کیوں تمہیں کچھ چاہیئے "؟فدا نے کہا" نہیں کچھ نہیں چاہیئے مجھے بھی آپ کے ساتھ جانا ہے"۔اس کے والد بولے" چلو تیار ہو جاؤ"۔فدا کی خوشی کی انتہا نہ رہی وہ جلدی سے اپنا بستہ بند کرتا ہوا اٹھا اور تیار ہونے چلا گیا۔اس نے نہ جانے کیا سوچ کر باپ کے ساتھ چلنے کا کہا تھا اور اس کے والد بھی اس کو لے جانے پر تیار ہو گئے تھے۔فدا تیار ہو کر

سیمینار میں پہنچا اس کے والد لوگوں سے ملنے ملانے میں مصروف ہو گئے اور فدا بیٹھا سب کو دیکھتا رہا۔ یہ اس کے والد کا کوئٹہ میں آخری سیمینار تھا۔ ان کا تبادلہ کراچی ہو رہا تھا۔ سب لوگ ان سے مل رہے تھے اور ان کو کہتے کہ وہ ان کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ فدا سے بھی سب لوگ بہت پیار سے پیش آئے۔ وہاں پر موجود ایک شخص نے فدا سے پوچھا" آپ کس کے بیٹے ہو" ؟ فدا نے اپنے والد کا نام بتایا تو انہوں نے کہا" آپ کو معلوم ہے آپ کے والد بہت محنتی آدمی ہیں آپ بھی بڑے ہو کر اپنے والد جیسے بننا، جیسے وہ نوجوانوں کو آگے بڑھانے کے لیے کام کر رہے ہیں اور تربیت دے رہے ہیں مجھے امید ہے کہ آپ بھی ان سے بہت کچھ سیکھو گے"۔ فدا نے کہا" میں آج یہاں آیا ہوں تو مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے میں بھی چاہتا ہوں کہ میں اپنے والد جیسا بنوں"۔ انہوں نے فدا کو شاباش دی۔

فدا کے والد اب اپنے خاندان کے ساتھ واپس کراچی آ گئے تھے۔ فدا کے والد کو کراچی میں نوکری نہ ملنا، فدا کا دوستوں کے ساتھ اسکول سے بھاگنا، پھر اس کے والد کو نوکری مل جانا اور فدا کا کوئی دوست نہ ہونے کی وجہ سے اور لڑکیوں کے سامنے فیل ہونے کی شرمندگی کی وجہ سے اس کا دوبارہ پڑھائی کی جانب مرکوز ہونا شاید اس لیے ہی تھا کہ قدرت کو یہ ہی منظور تھا کہ وہ ایک اچھا انسان اور انسانیت کی خدمت کرنے والا انسان بن کر رہے۔ اب جب فدا واپس آیا تھا تو وہ بالکل بدل چکا تھا وہ ایک پڑھنے والا اور اچھا بچہ بن چکا تھا۔

لیاری کے حالات

فدانے میٹرک کرلیا تھا۔کراچی واپس آ کر اب اس کے نئے دوست بن گئے تھے۔اس نے انٹر میں داخلہ لے لیا تھا۔ایک دن فدا سڑک کے کنارے بنے ایک ہوٹل میں بیٹھا تھا۔تبھی اس کی نگاہ ایک ٹیبل پر گروپ کی شکل میں بیٹھے لوگوں پر پڑی۔ وہ ان کوغور سے دیکھ رہا تھا ان لڑکوں میں سے ایک لڑکا بول اورسن نہیں سکتا تھا،باقی دوست اس سے بات کرنے کے لیے اشاروں میں اس کوسمجھاتے۔وہ چائے پی رہے تھےاور ساتھ ساتھ ٹیلی ویژن پر لگا پروگرام دیکھ رہے تھے۔ایک لڑکے نے ویٹرکو اشارہ کیا تو وہ ایک پرچی لے آیا، یہ شاید بل تھا تبھی اس لڑکے

نے کہا"یار مجھے پڑھنا نہیں آتا بول کے بتا دے کتنا بل ہے"۔ویٹر نے بل بتایا تو اس نے پیسے نکال کر دیے۔وہ لوگ یہاں سے چلے گئے لیکن فدا نہ جانے کن سوچوں میں تھا۔فدا مسلسل اسی ٹیبل کی جانب نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

اسی وقت اس کے باقی دوست بھی آ گئے انہوں نے کہا " کن سوچوں میں گم ہو"؟ تبھی فدا چونکا پھر ایک گہرا سانس لے کر بولا"یار میں ایک بات سوچ رہا تھا"۔ " کیا ہو گیا ایسی کیا گہری سوچ تھی جس میں تو ڈوب ہی گیا ہے" ایک دوست نے تنگ کرنے کے لیے جملہ کسا۔فدا نے کہا"یار ہمارے اردگرد بہت سے لوگ ہیں وہ بھی جو گونگے بہرے ہیں،وہ بھی جو پڑھے لکھے

ہیں اور وہ بھی جو پڑھنا لکھنا نہیں جانتے۔لیکن ان سب میں ایک بات ہے کہ ہر بندہ ایک زبان

ضرور سمجھتا ہے اور وہ ہے اشاروں کی زبان"۔
ابھی فدا نے اتنا ہی کہا تھا کہ ایک دوست نے کہا" اچھا تو اب اشاروں کی زبان تو نہیں سیکھنا چاہتا"؟ فدا نے کہا" نہیں میں اشاروں کی زبان بولنا چاہتا ہوں"۔سب نے کہا" کیا مطلب"؟ فدا نے کہا" تھیٹر، میں چاہتا ہوں کہ ہم تھیٹر کے ذریعے ان لوگوں کو تعلیم دیں جو پڑھ لکھ نہیں سکتے، صرف یہ ہی نہیں بلکہ ہم لوگوں کو بھی تھیٹر کے ذریعے تعلیم دے سکتے ہیں"۔ باقی دوستوں نے کہا" یار مشورہ تو بہت اچھا ہے لیکن ہمارے لیے کہانیوں کون لکھے گا"؟ ۔ فدا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا" ابھی تو یہاں پر جو لوگ پہلے سے یہ کام کر رہے ہیں ان کے ساتھ مل کر شروع کرتے ہیں تجربہ ہو جانے کے بعد ہم خود بھی لکھیں گے، لوگوں کی لکھی گئی کہانیوں پر بھی پرفارم کریں گے اور مشہور کہانیاں، انفارمیشن اور تاریخ لوگوں تک پہنچائیں گے"۔
اس نے اب اپنے دوستوں کے ساتھ لیاری میں تھیٹر کرنا شروع کر دیا تھا۔اس کے پہلے تھیٹر کی تیاری ہو رہی تھی وہ انتظامات میں لگ گئے۔فدا نے علی سے کہا" یار تم بیٹھ کر کمپیوٹر سے پرنٹ نکالو جو ہم لوگوں میں بانٹ کر تھیٹر کے لیے لوگوں کو اکٹھا کر سکیں"۔علی نے کہا" بس پرنٹ ہی لینے رہ گئے ہیں باقی کام میں نے کر لیا ہے"۔فدا نے کاشف کو کہا" یار تم ایک لسٹ تیار کرو جس میں ہم ان لوگوں کے نام اور موبائل نمبر لکھ سکیں جو تھیٹر دیکھنے آئیں گے، تاکہ آئندہ بھی ان کو میسیج بھیج کر بلوا سکیں"۔کاشف نے کہا" ہاں یہ بہت اچھا مشورہ ہے"۔فدا نے کہا" اچھا میں ابھی پریکٹس شروع کرتا ہوں اس کے لیے میں کتاب پڑھ لوں تاکہ اچھی طرح کردار کو سمجھ سکوں"۔

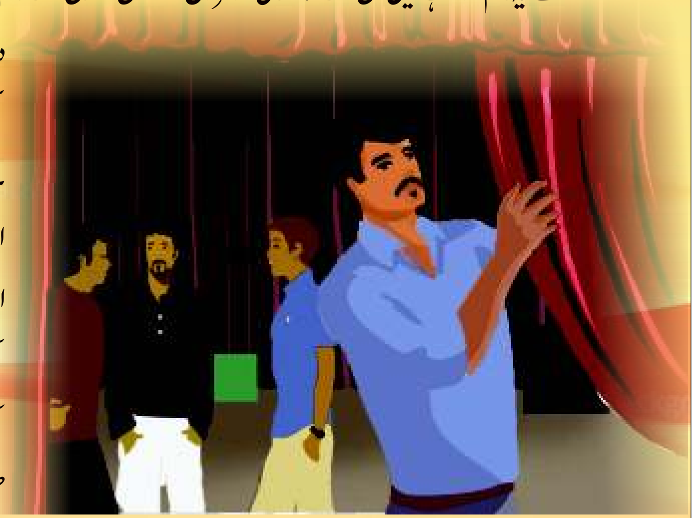

لیاری کے لیے امن کے پیغامات

۲۰۱۲ء میں لیاری میں جب آٹھ روزہ سرچ آپریشن ہوا، ہر جانب خوف و ہراس کے سائے منڈلا رہے تھے۔ ہر شخص پریشان تھا، آپریشن ختم ہو جانے کے بعد بھی لوگ اتنے خوفزدہ تھے کہ گھروں سے باہر نہیں نکل رہے تھے، زندگی جیسے منجمد ہو کر رہ گئی تھی۔ فدا نے فون اٹھایا اور اپنے دوست علی کو فون کیا "ہیلو!"۔ ایک بھاری سی آواز آئی، یقیناً یہ علی کے والد تھے۔ فدا نے سلام کرنے کے بعد پوچھا "انکل علی کہاں ہے؟ میں علی سے بات کر سکتا ہوں"؟۔ علی کے والد نے کہا "بیٹا آپ کون بات کر رہے ہو"؟۔ فدا نے اپنا نام بتایا تو علی کے والد نے کہا "بیٹا وہ تو ۳ دن سے اپنے کمرے میں بند ہے نا جانے اس نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے کیا دیکھ لیا ہے کہ وہ کوئی بات کرنے کو تیار نہیں، اس سے جب بھی کوئی بات کرتے ہیں وہ رونا شروع کر دیتا ہے ہمیں تو سمجھ نہیں آتی کہ اس کو کیا ہو گیا ہے"۔ یہ بات مکمل کرتے وقت اس کے والد کی آواز رندہ گئی تھی۔ اس سے آگے وہ کچھ بول نہیں پا رہے تھے فدا پریشان ہو گیا اس نے کہا "انکل آپ پریشان نہیں ہوں ہم سب دوست علی کے ساتھ ہیں"۔

فون رکھنے کے بعد وہ کافی دیر پریشانی کے عالم میں بیٹھا رہا اور پھر اچانک اٹھا اور اپنی امی کو کہا "امی میں علی کے گھر جا رہا ہوں، اس کو میری ضرورت ہے"۔ اس کی والدہ پریشان ہو گئیں انہوں نے فدا سے کہا "بیٹا ابھی باہر نہ جاؤ لیاری کے حالات ٹھیک نہیں ہیں اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو ہم کیا کریں گے"۔ فدا نے پیار سے ماں کے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا "امی اگر ہم یوں ہی ڈرے سہمے گھروں میں بیٹھے رہیں گے اور جو لوگ یہ کام کر رہے ہیں ان کو امن کا پیغام نہیں دیں گے آواز نہیں اٹھائیں گے تو ہمارا نام و نشاں مٹا دیا جائے گا، میں علی کے گھر جا رہا ہوں آپ پریشان نہیں ہوں"۔

وہ والدہ کو تسلی دیتا ہوا گھر سے باہر چل پڑا۔دروازے کے پاس پہنچ کے واپس مڑا اور پھر باقی دوستوں کو فون کر کے بتایا کہ وہ ان کے گھر آ رہا ہے۔ وہ باقی دوستوں کے گھر گیا اور ان کو بھی علی کے بارے میں بتایا اب تمام دوست علی کے گھر کی جانب چل پڑے۔ابھی وہ علی کے والد سے اجازت لے کر علی کے کمرے میں پہنچے ہی تھے کہ علی نے ان کو دیکھا اور ان کی جانب لپکا،اب وہ فدا سے گلے لگ کر رو رہا تھا۔فدا نے اس کو تسلی دی اور پوچھا" کیا ہوا ہے تم تو اتنے بہادر ہو کہ ہمیں مشکل میں تسلیاں دیا کرتے تھے، تم ہمت کیسے ہار سکتے ہو"؟ فدا نے علی کو خود سے الگ کیا اور بیڈ پر بٹھایا تھوڑی دیر خاموشی چھائی رہی علی کی سسکیوں کی صدا خاموشی کو توڑ رہی تھی۔فدا نے سائیڈ پر پڑے گلاس میں پانی ڈال کر علی کی جانب بڑھایا۔

علی نے فدا کے ہاتھ سے گلاس لیا اور پانی کا ایک گھونٹ بھرا۔اب فدا علی سے مخاطب تھا" علی کیا ہوا ہے جو تم اتنے پریشان ہو" ؟ ۔علی نے ایک گہرا سانس لیا اور بولنا شروع کیا" مجھے سمجھ نہیں آ تا ہم جہاں رہ رہے ہیں وہاں ہماری جان مال، عزت کچھ بھی محفوظ نہیں، میری نظروں کے سامنے ہمیں تحفظ دینے والے اداروں کے اہلکار مرتے رہے میری نظروں کے سامنے ہمارے محلے کی ماؤں کو ڈھال بنا کر گینگ کے ممبران بھاگتے رہے۔نا جانے ہم کب کس کی گولی کا نشانہ بن جائیں ہمیں یہ بھی معلوم نہیں"۔

تمام دوستوں نے علی کو سمجھایا اور تسلی دی۔فدا نے کہا" دیکھو یہ حال صرف تمہارا ہی نہیں بلکہ نوجوان ان کے ماں باپ سب ہی خوفزدہ ہیں،لیکن ہم اس کے لیے کیا کر سکتے ہیں ہمیں یہ سوچنا ہے امن کے حوالے سے تھیٹر کرنا تو ایک طرف اس کے لیے تو ہم کام کر ہی رہے ہیں لیکن یہ نوجوان کیا کر سکتے ہیں

جو اپنا پیغام ان لوگوں کو دینا چاہتے ہیں جو ان کے سروں پر موت کے سائے کی طرح منڈلا رہے ہیں"۔ فدا اور اس کے دوستوں نے محلے کے تمام لڑکوں کو جمع کیا اب وہ مل کر یہ سوچ رہے تھے کہ ان کو سب سے پہلے کیا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کے پاس وسائل نہیں تھے اور وہ تمام طالب علم تھے اس لیے ان کے پاس زیادہ پیسے بھی نہیں تھے کہ وہ بڑے پیانے پر کوئی کام کر سکیں۔ آخر کار انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم لیاری کی دیواروں کو پینٹ کرتے ہیں اور ان پر امن کے پیغامات لکھتے ہیں۔ انہوں نے کچھ دیواریں چنیں جن پر وہ پیغامات لکھ سکیں۔ اب ان کے سامنے ایک اور مسئلہ تھا، کچھ دیواریں ایسی تھیں جن پر علاقے کے بڑے گینگ ممبران کے نام لکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے اس کا حل سوچا اور اس کام کو کرنے کے لیے گروپوں کی صورت میں نکل پڑے۔

فدا نے ابھی ایک گندی دیوار پر پینٹ کیا ہی تھا کہ چند گینگ کے لڑکے آ گئے اور ان پر بندوق تان کر بولے" یہ تمہارے باپ کی دیوار ہے، تمہیں معلوم ہے نا کہ اس پر دادا بھائی کا نام لکھا ہوا تھا، تمہاری ہمت کیسے ہوئی کہ تم نے اس کو مٹایا"۔ فدا پہلے ہی اس حملے کے لیے تیار تھا اس نے بہت پیار سے بولنا شروع کیا" بھائی ہم تو بس لیاری کی گندی دیواروں کو صاف کرنے کی

مہم پر ہیں ہمیں نہیں معلوم تھا کہ اس بات سے آپ غصہ ہو جاؤ گے، لیکن یہ لو برش آپ خود بھائی کا نام لکھو شاید آپ زیادہ اچھا لکھ سکو" ۔ انہوں نے کہا" تم یہاں لکھنا کیا چاہتے ہو وہ لکھو ہم دیکھ رہے ہیں" ۔فدا نے برش اٹھایا اور ایک سادہ سا امن کا پیغام لکھا اور برش گینگ کے لڑکوں کی جانب بڑھا دیا" بھائی آپ یہاں اپنا نام بھی لکھ سکتے ہیں یا جس کا مرضی آپ جو مرضی نام لکھ لیں" ۔ان لڑکوں نے فدا سے برش لیا اور دادا بھائی کا نام دوبارہ دیوار پر لکھ دیا۔ پیغام تو امن کا ہی تھا لیکن اس کے نیچے اسی امن کا ستیاناس کرنے والے وحشی درندوں کا نام ارقم تھا۔ نام کسی کا بھی ہو لیکن بات یہ تھی کہ پیغام کیا دیا جا رہا ہے۔ فدا اور اس کی ٹیم نے تقریباً بارہ دیواریں پینٹ کیں اور ان پر امن کے پیغامات لکھے۔ اس طرح ان نوجوانوں کو اپنی بات آگے پہنچانے کا موقع ملا جو کہنا تو بہت کچھ چاہتے تھے لیکن خوف میں رہتے ہوئے کہہ نہیں پا رہے تھے۔ فدا اور اس کے دوستوں نے امن کا جو پیغام دینا شروع کیا تھا اس کا سفر یہاں ہی ختم نہیں ہوا تھا بلکہ یہ تو اس سفر کا آغاز تھا۔ انہوں نے ان نوجوانوں کو باہر نکالا جو کوئی پیغام دینا چاہتے تھے جن کی آوازیں لیاری کی فائرنگ کے شور میں دب کے رہ گئیں تھیں۔

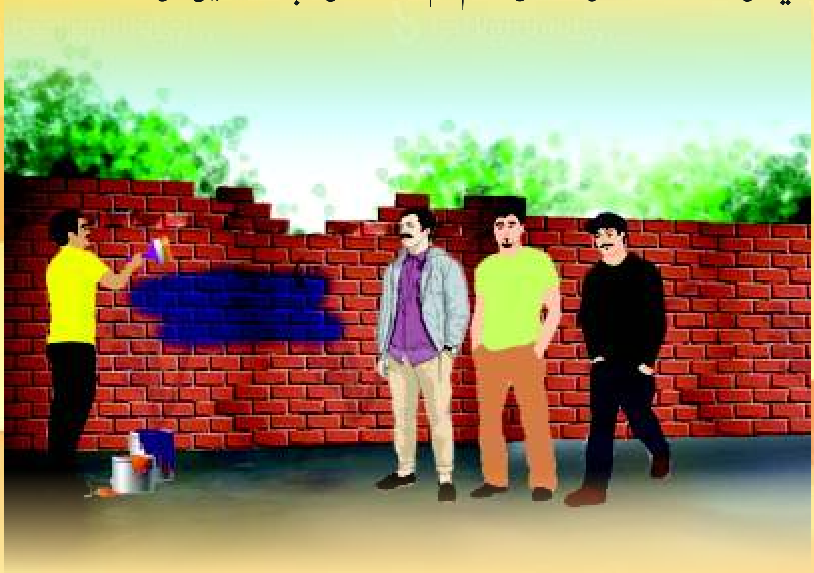

میرا پیغام امن

فدا اپنے والد کے ساتھ مختلف اداروں کی تربیت میں حصہ لیتا رہتا تھا۔ جب بھی نوجوانوں کے لیے کسی تربیت کا انعقاد ہوتا تو فدا اس میں شمولیت اختیار کرتا۔ ایک تربیتی پروگرام میں مختلف اداروں کے لوگ آئے ہوئے تھے فدا نے جب اس پروگرام کی مختلف سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تو اس کی اچھی کارکردگی دیکھ کر دوسرے اداروں والوں نے بھی اس کو مدعو کرنا شروع کر دیا۔ مختلف تربیتی نشستوں میں تربیت حاصل کرتے کرتے ایک دفعہ کسی ادارے کی جانب سے ایک کانفرنس کا انعقاد ہوا، اس کے بعد پانچ روزہ تربیت دی گئی تاکہ نوجوانوں میں یہ شعور اجاگر ہو لیاری میں سے منتخب کیے جانے والے لوگوں میں فدا بھی شامل تھا۔ ایسے ہی ایک دن فدا اور اس کے گروپ کی قابلیت دیکھ کر ان کو مشورہ دیا گیا کہ وہ ایک ادارہ بنائیں، جو ان کے علاقے کے نوجوانوں کو ساتھ لے کر چلے اور ان کے لیے کام کرے، کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ہر دفعہ باہر سے کوئی آ کر ان کے علاقے کے لیے کام کرے۔ وہاں پر رہنے والے نوجوانوں کو خود اپنے علاقے کی بہتری کے لیے کام کرنا پڑے گا۔

فدا نے لیاری میں کام کرنے والی اپنی پوری ٹیم کو اکٹھا کیا۔ اب وہ ایک جگہ اکھٹے بیٹھے تھے فدا نے

بولنا شروع کیا "یار مجھے مشورہ ملا ہے کہ ہم جو کام ایک ٹیم کی صورت میں کر رہے ہیں وہ ایک

ادارے کی صورت میں کرنا شروع کر دیں، میں نے آج سب کو اسی لیے اکھٹا کیا ہے کہ ہم اپنا ایک ادارہ بنائیں اور اپنے امن کا فروغ عام کرنے کے مشن کو آگے لے کر چلیں" فدا تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوا تو ایک لڑکے نے کہا" ادارہ بنانا اتنا آسان نہیں ہے، اس کے لیے بہت محنت کی ضرورت ہے، ہم یہ سب کچھ کیسے کریں گے "۔فدا نے کہا" میں بھی یہ ہی سوچ رہا ہوں کہ ہم یہ سب کیسے کریں گے، لیکن مجھے امید ہے کہ اگر تم لوگ میرا ساتھ دو تو ہم اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے "۔ایک دوست نے کہا "ہاں ہم ضرار ادارہ بنائیں گے "۔ فدا

کچھ سوچتے ہوئے بولا "ایک بات ذہن میں رکھو کہ ادارہ بنانا ہمارا مقصد نہیں ہے بلکہ لیاری میں امن کے لیے کام کرنا ہمارا مقصد ہے "۔ کچھ لوگ فدا کے گروپ کا ساتھ نہیں دے سکے لیکن جو نوجوان ان کے ساتھ تھے ان میں ۲۵ لڑکے اور ۸ لڑکیاں تھیں۔

انھوں نے اپنے اس گروپ کو ادارے کا نام تو

دے دیا تھا جس کا ڈائریکٹر فدا تھا لیکن انہیں ابھی راہنمائی کی ضرورت تھی جس کے لیے سب لوگوں نے اپنے اپنے جاننے والے تعلیم یافتہ لوگوں سے مشورہ کیا۔فدا دو دوستوں کو ساتھ لے کر لیاری کے ایک پوفیسر صاحب کے پاس گیا۔ پروفیسر صاحب اپنے گھر سے نکل ہی رہے تھے کہ فدا اور اس کا دوست وہاں پہنچ گئے۔انہوں

نے پروفیسر صاحب سے درخواست کی کہ وہ انہیں تھوڑا وقت دے دیں۔پروفیسر صاحب نے پوچھا" نوجوان اپنے یہاں آنے کا سبب بیان کریں گے"۔فدا نے کہا"سر!ہم لیاری کے بارے میں آپ سے کچھ جاننا چاہتے ہیں، کیونکہ ہم ایک ادارہ بنانے کا ارادہ کر رہے ہیں جو لیاری کے لیے کام کرے تو اس لیے ہمیں آپ کی راہنمائی کی ضرورت ہے" ۔ پروفیسر صاحب نے کہا" چلو پھر میرے گھر چلو وہاں بیٹھ کر بات کرتے ہیں" ۔ فدا اور اس کا دوست پروفیسر صاحب کے ساتھ ان کے گھر چل پڑے۔ پروفیسر صاحب نے کہا" اب بتاؤ کہ میں تمہاری کیا مدد کرسکتا ہوں" ؟ فدا نے کہا" سر! آپ کی لیاری کے بارے میں ریسرچ ہے، آپ بہتر جانتے ہیں کہ اگر ہم ایک ایسا ادارہ بنائیں جو لیاری میں نوجوانوں کے ساتھ کام کرے تو اس کو کس طرح بہتر طور پر چلایا جاسکتا ہے،مزید یہ کہ لیاری کے مسائل کی بھی آپ بہتر طور پر نشاندہی کر سکتے ہیں" ۔ پروفیسر صاحب نے کہا" تم لوگوں کو ان نوجوانوں سے رابطہ کرنا پڑے گا جو اچھے کام کر رہے ہیں، یاد رکھو لیاری میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اچھے کام کر رہے ہیں لیکن لیاری کی بری خبریں زیادہ تر جنگل میں آگ کی طرح پھیل جاتی ہیں، اور اچھی خبریں کہیں پیچھے ہی رہ جاتی ہیں"۔فدا نے کہا" آپ نے بالکل ٹھیک کہا، کیا آپ ہماری اس کام میں راہنمائی کریں گے" ؟ پروفیسر صاحب نے کہا " تم لوگوں کو جب ضرورت ہو مجھ سے رابطہ کر سکتے ہو"۔ فدا اور اس کا دوست پروفیسر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوگئے۔

نوجوانوں کی اصلاح

فدااوراس کے دوست ایک پان کی دوکان کے سامنے کھڑے تھے۔وہاں پر دو نوجوان جدید موبائل لیے کھڑے نظر آئے وہ کسی لڑکے سے بات کر رہے تھے جس کی پشت فدااوراس کے دوست کی جانب تھی وہ اس لڑکے کا چہرہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اب ان لڑکوں نے اس نوجوان کو کہا جو کہ عام حلیے میں تھا" یار تمہیں بھی نئی گاڑی اور موبائل لے دیں گے، اگر تم ہمارے ساتھ کام کرنا چاہو تو کر سکتے ہو بس تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا ہوگا، میں نے تمہیں بائیک چلاتے ہوئے دیکھا ہے تم بس بائیک چلانا باقی تمہیں کچھ نہیں کرنا ہوگا" ۔ اس لڑکے نے کہا " بھائی میرے گھر والے مجھے زیادہ دیر گھر سے باہر نہیں

رہنے دیتے میں ابھی آپ کے ساتھ کام نہیں کر سکتا" ۔انہوں نے کہا" جیسے تمہاری مرضی ،اگر پیسے کمانے ہیں اور نیا موبائل چاہیئے تو بے شک آ جاؤ" ۔ یہ کہتے ہوئے وہ دونوں لڑکے چلے گئے۔جیسے ہی وہ لڑکا پیچھے مڑا جس کو گینگ کی لوگ گینگ میں شامل کرنا چاہ رہے تھے تو فدا نے دیکھا کہ یہ تو وہی لڑکا ہے جس نے امن کے پیغامات بھی ان کے ساتھ لکھے تھے۔فدا نے اس کو آواز دے کر بلایا اور پوچھا" یہ سب کیا ہے تمہیں یہ لوگ اپنے ساتھ کیوں شامل کرنا چاہ رہے ہیں" ؟۔اس لڑکے نے کہا " مجھے نہیں معلوم یہ سب کیا ہو رہا ہے لیکن مجھے معلوم ہے کہ ان لڑکوں کی باتوں میں نہیں آنا"۔فدا نے اس کو شاباش دی اور کہا کہ ۳ دن کے بعد ان کے ادارے کی جانب سے نوجوانوں کے درمیاں ایک مکالمے کا انعقاد کیا گیا ہے،اس لیے اگر وہ شرکت کرے گا تو اچھا ہوگا، اپنا تجربہ لوگوں کو بتانے کا موقع بھی ملے گا اور لوگوں کے تجربے سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع بھی ملے گا" ۔اس لڑکے نے کہا"یہ تو بہت اچھی بات ہے میں ضرور

شرکت کروں گا"۔فدا اور اس کا دوست اس کو خدا حافظ کہتے وہاں سے آ گئے۔

فدا کے ادارے کی جانب سے تیاریاں جاری تھیں انھوں نے لیاری کے علاقے میں نوجوانوں کے درمیان مکالمہ کروایا بہت سے نوجوانوں کے لیے یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اپنی آواز میڈیا تک پہنچا سکیں کیونکہ لیاری میں تو ان کی آواز سنی ہی نہیں جاتی اس علاقے میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا ہی نظام چلتا ہے۔وہ لوگ ایونٹ کے بعد واپس آ ہی رہے تھے کہ ایک جگہ فدا اور اس کے دو دوستوں کو بائیک پر بیٹھے ہوئے دو لڑکوں نے روک لیا انھوں نے ان سے کہا" تم لوگ کہاں جا رہے ہو اور کن سرگرمیوں

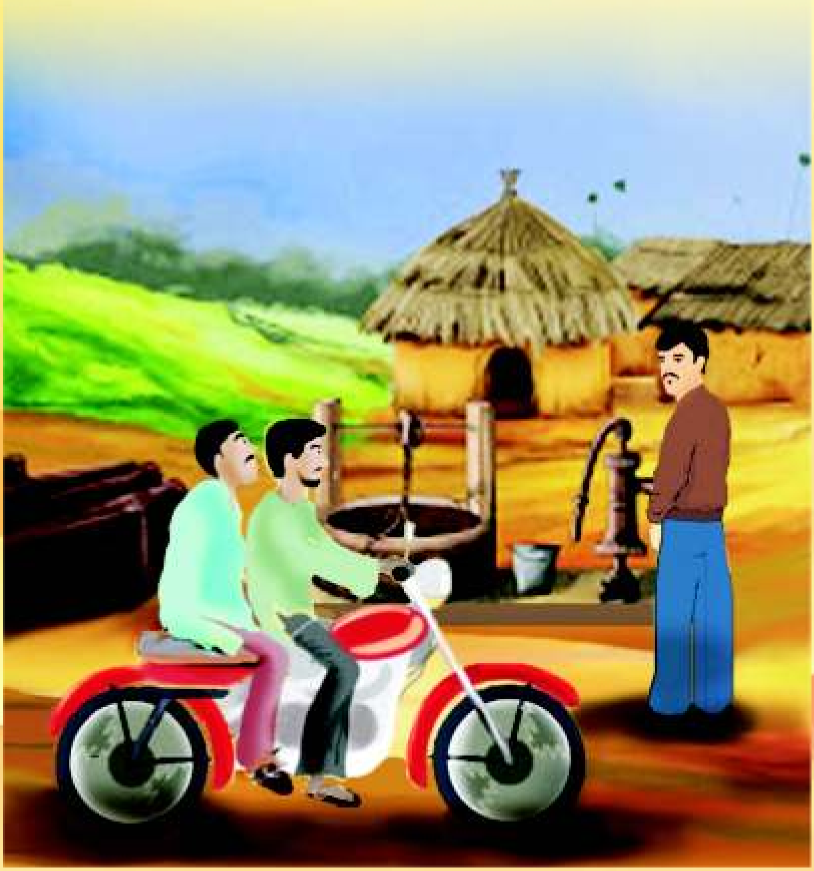

میں ملوث ہو"۔ فدا سمجھ گیا کہ یہ نوجوان گینگ کے ممبر ہیں اوران پر شک کر رہے ہیں کہ وہ بھی کسی مخالف گینگ سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔فدا نے کہا" بھائی ہم تو طالب علم ہیں اور پڑھائی کے لیے اکھٹے ہوتے ہیں،

ہمارا کسی سے کوئی تعلق نہیں"۔ انہوں نے گن دیکھاتے ہوئے کہا" تعلق رکھنا بھی نہیں ایسا نہ ہو کہ اپنی موت کے ذمہ دار تم خود ہو"۔ فدا خاموش ہوگیا اور وہ لڑکے وہاں سے چلے گئے۔

اگلے دن فدا اور اس کے دوست علی کے گھر بیٹھے ہوئے تھے۔فدا نے کہا" مجھے لگتا ہے ہمیں کچھ دن کے لیے اپنی سرگرمیاں منسوخ کرنی ہوں گی،کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں شک کی بنا پر اپنی نا کردہ غلطیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑے"۔علی نے کہا" ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ جو آوازیں امن کے قیام کے لیے بلند ہو رہی ہیں وہ گلے ہی کاٹ دیے جائیں اب ہمیں بہت محتاط

رہنا پڑے گا"۔ سب نے ہامی بھری اور خاموش ہو گئے۔ کچھ دن کے لیے کوئی سیمینار وغیرہ نہیں کروایا گیا۔لیاری کے حالات کی وجہ سے اکثر اوقات یہ نوبت آ جاتی تھی کہ فدا لوگوں کو کچھ دن کے لیے خاموشی اختیار کرنی پڑتی، اور وہ لوگ

زیادہ سرگرم نظر نہیں آتے اور خاموشی سے کام
کرتے تا کہ کسی کو کوئی نقصان نہ اٹھانا پڑے۔
جب حالات معمول پر آجاتے تو سب کام ویسے
ہی جاری ہو جاتے۔ چند دن کی خاموشی کے بعد
فدا کے ادارے نے بھی دوبارہ کام کرنا شروع کر
دیا تھا۔فدا نے یہ کر دیکھایا کہ کوئی بھی کام ناممکن
نہیں ہوتا۔اور اب تو فدا کا ادارہ بھی باقاعدہ
رجسٹرڈ ہونے والا ہے ، اب وہ اور بھی بہتر
طریقے سے کام کر سکتے ہیں۔

● ● ● ● ● ● ● ●

لیاری کی شان

اس رسالے کے ذریعے آپ سے آدھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی ہمیں اپنے خیالات سے آگاہ کریں کہ آپ کو اپنے ہی علاقے کے لوگوں کے بارے میں جان کر کیسا لگا اور کیا آپ ان لوگوں کو پہلے بھی جانتے تھے؟

آپ ہمیں ان لوگوں کی داستانیں بھی بھیج سکتے ہیں جو آپ کے علاقے میں کسی مثبت کام کرنے یا کروانے میں سرگرم ہیں۔ اگر آپ نے اپنے علاقے میں کسی اچھے کام کی بنیاد ڈالی ہے، اگر آپ کو کبھی تشدد کا سامنا کرنا پڑا ہو یا آپ کسی غلط کام سے بھاگ کر کسی مثبت کام کی جانب آئے ہیں اس صورت میں بھی آپ اپنی کہانی ہمارے ساتھ شیئر کر سکتے ہیں۔

کیا آپ کو لیاری کی مشہور شخصیات کے بارے میں معلوم ہے؟ اگر ہاں تو ان کے کوائف ہمارے ساتھ شیئر کر کے اس رسالے میں لیاری کی پہچان کو اجاگر کرنے کا حصہ بنیں۔ اگر نہیں تو ہم آپ کو بتاتے چلیں کہ۔۔۔۔

مشہور اولمپک باکسر حسین شاہ لیاری سے تعلق رکھتے ہیں۔

سکندر بلوچ جو باڈی بلڈنگ میں سابق مسٹر پاکستان رہے ہیں ان کا تعلق بھی لیاری سے ہے۔

عمر بلوچ، غلام عباس اور استاد قاسم لیاری کے مشہور فٹ بال کھلاڑی ہیں۔

واجہ خیر محمد ندوی وہ سکالر ہیں جنھوں نے قرآن کو بلوچی زبان میں لکھا آپ کا تعلق بھی لیاری سے ہے۔

واجہ غلام محمد نور الدین تعلیم کے شعبے سے تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ لیاری سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان شخصیات کے بارے میں بھی مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے پڑھتے رہیے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ ہی کے علاقے لیاری میں بہت سے ایسے نام ہیں جنھوں نے نہ صرف لیاری کے لیے کام کیا ہے بلکہ دنیا بھر میں پاکستان کا نام بھی روشن کیا ہے۔

ادارے سے آگاہی

انڈ ویجوئل لینڈ (آئی ایل) پاکستان اپنے آغاز ہی سے نوجوانوں کی ترقی کیلئے مصروفِ عمل رہا ہے۔ "فرد میگزین" اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے، جو پچھلے دو سالوں سے نوجوانوں سے متعلق مختلف موضوعات پر روشنی ڈالنے میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ اسی طرح پاکستان کے ۲۴ اضلاع میں "پیپ: نوجوان امن کے سفیر" کے عنوان سے تقریری مقابلوں کا کامیاب انعقاد، منتخب کردہ ۲۲ نوجوانوں کو لیڈر شپ اور کمیونیکیشن کی تربیت اور ٹیلی ویژن ریئیلٹی شو آئی ایل پاکستان کی کاوشوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جنوبی پنجاب کے ۴ اضلاع اور خیبر پختونخواہ کے شہر پشاور میں مضمون نویسی کے مقابلے اور کامیاب ہونے والے طلباء وطالبات کی لیڈر شپ اور کمیونیکیشن پر دو زورہ تربیت کا انعقاد بھی انڈ ویجوئل لینڈ پاکستان کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ انڈ ویجوئل لینڈ پاکستان نے جنوبی پنجاب میں نوجوانوں کو ایک متبادل فراہم کرنے کی خاطر ایک کامِک بُک "شکپیاں" کا اجراء بھی شروع کیا ہے۔ آئی ایل نے حال ہی میں لیاری کے محنتی اور کامیاب نوجوانوں کی کہانیاں عوام تک پہنچانے کا بیڑا اٹھایا ہے تاکہ خصوصاً لیاری کے نوجوان اِن کہانیوں سے سبق حاصل کر سکیں۔

Contact us
info@individualland.com

individualland

individualland

www.individualland.com

انڈویجوئل لینڈ
انفرادی آزادی کے لئے کوشاں
KYI
Karachi Youth Initiative
امن ہمارا
لیاری کا سفر
سچی کہانی پر مبنی